ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا استنباط احکام میں منہج: ایک تحقیقی مطالعہ

عائشہ صنوبرہ

غلام یوسفہ

مقالے کا تعارف و اہمیت

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مسلمانوں کے لیے ایک کامل نمونہ قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ کی اجتماعی اور انفرادی زندگی کا ہر پہلو مسلمانوں کے لیے خاص طور پر اور پوری انسانیت کے لیے عام طور پر ایک ایسی حیثیت رکھتا ہے جس کی پیروی کی کوشش کرنا ہر ایک کے لیے ضروری ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی زندگی کے ہر پہلو کو محفوظ کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی اجتماعی زندگی کے متعلق معلومات کا منبع اور روایات کا ذخیرہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعے ہم تک پہنچا، جب کہ رسول اللہ ﷺ کی انفرادی زندگی کے متعلق معلومات آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہنّ امہات المؤمنین کے ذریعے ہم تک پہنچی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی خانگی زندگی سے متعلق معلومات کا منبع و مرکز ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد قریباً نصف صدی تک امہات المؤمنین نے خدمات سر انجام دیں۔ قرآن وسنت اور شرعی احکام سیکھنے کے لیے لوگ امہات المؤمنینؓ کے پاس آتے۔ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہنّ نے اپنی اپنی رہائش گاہوں پر درس و تدریس کا کام کیا اور احکام شریعت وحدیث کی ترویج واشاعت میں گراں قدر خدمات سر انجام دی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد علوم دینیہ کے درس و تدریس کے لیے امہات المؤمنینؓ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وصحابیات رضی اللہ عنہنّ نے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ علم کے فروغ میں امہات المؤمنین رضی اللہ عنہا نے بہت کام کیا، بالخصوص ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی علمی خدمات بہت وسیع ہیں۔

ہ لیکچرر، شعبہ اسلامک لا، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد (snober_84@hotmail.com)

ہ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اسلامک لا، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد (drghulamyousuf@yahoo.com)

زیرِ نظر مقالے کا محور ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا منہج استنباط ہے۔ مقالے کا پہلا حصہ ان کے حالات زندگی سے متعلق ہے جس میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ابتدائی زندگی، اسلام کے لیے خدمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کی مختصر تفصیلات فراہم کی گئی ہیں، جب کہ مقالے کے دوسرے حصے میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے منہج استنباط کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا مختصر تعارف

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سلیم الفطرت، سنجیدگی کا مظہر اور نہایت عقل مند خاتون تھیں۔ آپؓ آغاز نبوت میں اپنے شوہر کے ساتھ اسلام لائیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا قدیم الاسلام (سابقون الاولون) ہیں اور آپ نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔[۱] حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا شمار ان صحابیات میں ہوتا ہے جن کے بارے میں قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:M ! " # $ % & ' ( )

* + , - . / 0 1 2 3 4 5 6 8 9

: L [۲] (جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنھوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی، خدا ان سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں اور اس نے ان کے لیے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپؓ اولین اسلام قبول کرنے والی جماعت میں شامل ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نام ہند اور کنیت ام سلمہ تھی آپؓ کا تعلق قریش کے مشہور قبیلہ بنو مخزوم سے تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: ام سلمہ بنت ابی امیہ بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم القرشیہ المخزومیہ ام المؤمنین آپؓ کا نام ہند ہے اور ابو عمر نے کہا کہ آپؓ کا نام رملہ ہے، آپ کے والد کا نام حذیفہ ہے یا سہیل ہے۔ اور لقب زاد الراکب

۱۔ ابو الفضل احمد بن علی بن محمد ابن حجر العسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ)، **الإصابة في تمييز الصحابة** (دار الجیل، ۱۹۹۲ء)، ۸: ۲۲۲۔ عبارت کے الفاظ یہ ہیں (وكانت فمن أسلم قديما)؛ محمد الطیب النجار، **القول المبين في سيرة سيد المرسلين** (بیروت: دار الندوه الجديدة، س-ن)، ۱: ۴۱۰۔

۲۔ القرآن، ۹: ۱۰۰۔

ہے، اس لیے کہ وہ مسافروں کی ضیافت کرتے اور سخی ترین انسان تھے اور حالت سفر میں اپنے ساتھیوں کو کھانا کھلاتے اور آپ کی والدہ کا نام عاتکہ تھا۔[۳] امام الذہبی رحمۃ اللہ علیہ[۴] (م:۷۴۸ھ) آپؓ کے بارے میں لکھتے ہیں:"مِنْ المُهَاجِرَاتِ الأُوَلِ.كَانَتْ قَبْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ أَخِيْهِ مِنَ الرَّضَاعَةِ؛ أَبِي سَلَمَةَ بنِ عَبْدِ الأَسَدِ المَخْزُوْمِيِّ، الرَّجُلِ الصَّالِحِ.وَكَانَتْ مِنْ أَجْمَلِ النِّسَاءِ وَأَشْرَفِهِنَّ نَسَبًا."[۵](حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ان مہاجر خواتین میں سے تھیں جنھوں نے پہلے مرحلے میں ہجرت کی۔ یہ (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا) رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے سے پہلے ایک نیک آدمی سیدنا ابو سلمہ بن عبد الاسد مخزومی رضی اللہ عنہ کے عقد نکاح میں تھیں۔ یہ ان خواتین میں سے تھیں جو سب سے زیادہ حسین و جمیل اور خاندانی اعتبار سے بہت معزز تھیں۔)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بہت سے اوصاف و کمال سے نوازا تھا اسی طرح زندگی کا ساتھی بھی بہترین انسان کو بنایا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے چچازاد عبد اللہ بن عبد الاسد سے ہوا جن کی کنیت ابو سلمہ رضی اللہ عنہا ہے۔[۶] حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی برہ بنت عبد المطلب کے بیٹے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضائی بھائی بھی تھے۔[۷]

اللہ تعالیٰ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو نیک اور تابع فرمان اولاد سے نوازا اور آپؓ نے اپنی اولاد کی پرورش بہترین انداز میں کی۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہا سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں سلمہ رضی اللہ عنہا، عمر رضی اللہ عنہ، درہ رضی اللہ عنہ،

۳- ابن حجر العسقلانی، مصدرِ سابق، ۸: ۲۲۱۔

۴- محمد بن احمد بن عثمان ابو عبد اللہ شمس الدین الذہبی (۶۷۳ھ-۷۴۸ھ / ۱۲۷۵ء- ۱۳۴۷ء) محمد بن احمد بن عثمان ابو عبد اللہ لقب شمس الدین ہے۔ آپ امام، محدث، مؤرخ اسلام، طلب حدیث میں سفر کیا۔ آپ کی تصانیف کی تعداد سو کے قریب ہے۔ جن میں **تاریخ الإسلام، سیر أعلام النبلاء، طبقات الحفاظ، طبقات القراء، مختصر تهذيب الكمال** وغیرہ شامل ہیں۔

۵- محمد بن احمد بن عثمان ابو عبد اللہ شمس الدین الذہبی (م:۷۴۸ھ)، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة، ۱۴۰۵ھ)، ۲: ۲۰۲۔

۶- ابن حجر العسقلانی، مصدرِ سابق، ۴: ۴۵۸۔

۷- ابو الفرج علی بن ابراہیم (م: ۱۰۴۴ھ)، **السيرة الحلبية** (بیروت: دار الكتب العلمية، ۱۴۲۷ھ)، ۱: ۱۲۵۔

اور زینب رضی اللہ عنہا پیدا ہوئے۔[۸] حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان کی پرورش رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر نگرانی ہوئیں اور آپؐ کی چھوٹی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا[۹] کو ربيبة الرسول [۱۰] صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب ملا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی تبلیغ کا آغاز مکہ مکرمہ سے کیا اور بے شمار مصائب و تکالیف برداشت کیں۔ان کڑے حالات میں جو لوگ اسلام لائے اور استقامت کے ساتھ اس پر قائم رہے انہیں سابقون الاولون کا خطاب ملا۔مکہ میں مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے یہاں تک کہ انہیں اپنا گھر بار، دوست یار، عزیز اقارب سب کچھ چھوڑ کر اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اللہ کی راہ میں دو بار ہجرت کی سعادت ملی۔ ایک بار حبشہ کی طرف ہجرت کی اور دوسری بار مدینہ کی طرف ہجرت کی۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ہجرت حبشہ کرنے والے مہاجرین کے ساتھ ہجرت کی ۔ رجب پانچ نبوی کو حبشہ کی طرف روانہ ہونے والے قافلے میں بھی شامل تھیں اور حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف دو مرتبہ ہجرت کی سعادت حاصل کی۔[۱۱] ابن اسحاق[۱۲] فرماتے ہیں:"هُوَ أَوَّلُ مَنْ هَاجَرَ إِلَى الحَبَشَةِ، ثُمَّ قَدِمَ مَعَ عُثْمَانَ بنِ مَظْعُوْنٍ حِيْنَ قَدِمَ مِنَ الحَبَشَةِ، فَأَجَارَهُ أَبُو طَالِبٍ.[۱۳] (سب سے پہلے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ مع اہل خانہ) نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ان کے بعد حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے ہجرت حبشہ کی۔)

۸۔ علی بن احمد بن سید بن حزم الاندلسی، **جمهرة أنساب العرب**(بیروت: دار الكتب العلمية۱۴۲۴ھ / ۲۰۰۳ء)، ۱:۱۴۴۔

۹۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا(م:۷۸ھ) بنت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ وام سلمہ رضی اللہ عنہا کا شمار صغار صحابیات میں ہوتا ہے۔آپ نہایت ذہین فقیہہ اور عالمہ تھیں آپ کی علمی تربیت میں ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا، ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کردار نہایت اہم ہے۔

۱۰۔ ربیب / ربیبۃ اس بچہ / بچی کو کہا جس کو گود لیا جائے اور پرورش کی جائے۔

۱۱۔ محمد بن عبد الباقی الزرقانی(م:۱۱۲۲ھ)،**شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية**،(دار الكتب العلمية،۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۶ء)،۴:۳۹۷۔

۱۲۔ محمد بن اسحاق بن یسار المطلبی (م: ۱۵۱ھ) اہل مدینہ میں سے ہیں۔**السيرة النبوية** کے مصنف ہیں۔

۱۳۔ الذہبی، سیر،۱ : ۱۲۶۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اولو العزم خاتون تھیں۔ اسلام کی راہ میں پیش آنے والے مصائب کو انتہائی متانت سے برداشت کیا۔ ہجرت مدینہ کا واقعہ درد انگیز ہے، ملاحظہ کیجیے کہ ان بزرگ ہستیوں نے راہِ خدا میں کس قدر تکالیف کو عزم واستقلال کے ساتھ برداشت کیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کرنا چاہتی تھیں، لیکن آپؓ کو اپنے قبیلہ والوں کی طرف سے سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ جب آپؓ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کے لیے نکلیں تو آپؓ کے قبیلے والوں نے راستہ روکا اور حضرت ابو سلمہؓ سے کہا کہ تم ہجرت کرنا چاہتے ہو تو جاؤ لیکن ہم اپنی لڑکی (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا) کو تمھارے ساتھ نہیں بھیجیں گے چناں چہ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہا نے اکیلے ہی مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ ادھر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہا کے قبیلے والوں نے یہ صورت حال دیکھی تو ان کے بیٹے سلمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے چھین لیا اور کہا کہ ہم اپنا بچہ نہیں دیں گے۔

یہ وقت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے لیے بہت تکلیف دہ تھے۔ ایک طرف شوہر کی جدائی کا غم اور اولاد کے بچھڑنے کا دکھ۔ ایسے مشکل حالات میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روزانہ گھبرا کر گھر سے نکل جاتیں اور "ابطح" کے مقام پر بیٹھ کر رویا کرتیں۔ چند روز اسی طرح روتے ہوئے گزرے، لیکن ان کے خاندان کو آپؓ پر رحم نہ آیا یہاں تک کہ ایک دن مقام "ابطح" سے ان کے خاندان کا ایک آدمی گزرا جب اس نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو روتے ہوئے دیکھا تو اس کو آپؓ پر ترس آ گیا اور اپنے خاندان کو جمع کر کے کہا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس طرح تکلیف میں رکھنا درست نہیں، اس کو اس کے شوہر کے پاس جانے دو۔ اس بات کو خاندان والوں نے مان لیا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ جانے کی اجازت مل گئی۔ جب حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہا کے خاندان والوں نے یہ معاملہ دیکھا تو انھوں نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا کو ان کی والدہ (ام سلمہ رضی اللہ عنہا) کے حوالے کر دیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے کے ہم راہ اونٹ پر سوار ہوئیں۔ آپؓ اکیلی مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئیں اور جب آپؓ "تنعیم" کے مقام پر پہنچیں تو حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ (جو کہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) نے دیکھا اور پوچھا کہ آپؓ کہاں جا رہی ہیں اور کوئی ساتھ ہے یا اکیلی ہیں؟ تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا پس اللہ اور یہ بچہ (سلمہ رضی اللہ عنہا) میرے ساتھ ہیں۔ حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ (نے کہا کہ آپؓ کا تنہا جانا ٹھیک نہیں (راستہ طویل اور پر خطر ہے) اور یہ کہہ کر اونٹ کی مہار پکڑ لی اور مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کی شرافت کے بارے میں فرماتی ہیں۔ عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ (راستہ میں اگر کہیں

ٹھہر تا تو اونٹ بٹھا کر خود دور کہیں درخت کے نیچے چلا جاتا اور میں نیچے اتر جاتی اور جب روانگی کا وقت ہوتا تو اونٹ پر کجاوہ رکھ کر دور ہٹ جاتا اور مجھے کہتا سوار ہو جاؤ۔)

سیدہ ام سلمہ ؓ عثمان بن طلحہ ؓ کی نیکی اور شرافت کے بارے میں فرماتی ہیں کہ میں نے ساری زندگی ایسے شریف آدمی کو نہیں دیکھا اس طرح راستے میں مختلف منازل پر قیام کرتا ہوا وہ مجھے مدینہ لایا اور جب قبا کی آبادی پر نظر پڑی تو کہنے لگا اب تم اپنے شوہر کے پاس چلی جاؤ وہ یہیں مقیم ہیں۔ یہ کہہ کر عثمان بن طلحہ ؓ مکہ کی طرف واپس چلے گئے۔ (۱۴)

حضرت ابو سلمہ ؓ جذبۂ شہادت کے مشتاق تھے اور جہاد میں پیش پیش رہتے۔ غزوہ احد میں ان کو ایک کاری زخم آیا تاہم کچھ عرصہ گزرنے کے بعد آپؓ روبہ صحت ہوئے۔"قال ابن إسحاق: بجرح أصابه بأحد، فعالجه شهرا حتى برئ، ثم بعثه ﷺ في سرية." (۱۵)

جیسا کہ ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے انھیں بنو اسد سے جہاد کرنے والی جماعت کا امیر بنا کر بھیجا اور یہ ۴ ہجری کا واقعہ ہے۔ اس جنگ کے دوران میں حضرت ابو سلمہ ؓ کو غزوۂ احد میں لگنے والا زخم پھر تازہ ہو گیا اور اسی تکلیف کی وجہ سے آپؓ نے ۸/ جمادی الاخری ۴/ ہجری کو وفات پائی۔ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو سلمہ ؓ کا بہت خیال رکھتے تھے اور آپؓ کے لیے نبی کریم ﷺ نے دعاے مغفرت ان الفاظ میں فرمائی:"اللهُمَّ اغْفِرْ لأَبِي سَلمَةَ، وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي المَهْدِيِّينَ، وَاخْلُفْهُ فِي عَقِبِهِ فِي الغَابِرِينَ وَاغْفِرْ لنَا وَلهُ يَا رَبَّ العَالِمِينَ، وَافْسَحْ لهُ فِي قَبْرِهِ، وَنَوِّرْ لهُ فِيهِ. (۱٦)(اے اللہ! ابو سلمہ ؓ کی مغفرت فرما اور ہدایت یافتہ لوگوں میں ان کا درجہ بلند فرما اور اس کے پس ماندگان کا حامی بن جا اور ہماری اور اس کی بخشش فرما۔ اے رب العالمین اور اس کی قبر کشادہ فرما اور نور سے بھر دے۔)

۱۴۔ ابو الحسن علی بن ابی الکرم ابن الاثیر (م:۶۳۰ھ) **أسد الغابة في معرفة الصحابة** (بیروت: دار الفکر،۱۴۰۹ھ-۱۹۸۹ء)، ٦ : ۳۴۱۔؛ العسقلانی،مصدرِ سابق،۸ : ۲۲۳۔

۱۵۔ الزرقانی،**شرح الزرقاني**، ۴ : ۳۹۸۔

۱٦۔ مسلم بن الحجاج ابو الحسن القشیری (م:۲٦۱ھ)،**الجامع الصحيح** (بیروت: دارالجیل)،کتاب الجنائز ، باب في إغماض الميت والدعاء،حدیث: ۲۱٦۹،۳ : ۳۸۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہا سلیم الفطرت اور ان عظیم المرتبت لوگوں میں سے تھے جو زندگی کی حقیقت اور نشیب و فراز جانتے تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک دن حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہا نے دعا کی: "اللَّهُمَّ ارْزُقْ أُمَّ سَلَمَةَ بَعْدِي رَجُلاً خَيْراً مِنِّي، لاَ يُحْزِنُهَا وَلاَ يُؤْذِيهَا۔"(۱۷) (اے اللہ میرے بعد ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو مجھ سے بہتر خاوند عطا فرما جو نہ اسے رنج پہنچائے نہ تکلیف دے۔)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو میں سوچا کرتی تھی کہ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہا سے بہتر کون ہو سکتا ہے؟ یہاں تک کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کا پیغام آیا۔ **صحیح مسلم** میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے:"أَيُّ الْمُسْلِمِينَ خَيْرٌ مِنْ أَبِي سَلَمَةَ؟ أَوَّلُ بَيْتٍ هَاجَرَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ." (۱۸) (ابو سلمہؓ سے بہتر کون مسلمان ہو سکتا ہے؟ یہ پہلا گھرانہ تھا جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی۔)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میری عدت پوری ہو گئی تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاں تشریف لائے میں اس وقت ایک چمڑے کو پکانے کے لیے رنگ دینے میں مشغول تھی۔ میں نے قرظ کے پتوں سے رنگین ہاتھ دھو لیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریف لانے کو کہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک گدا بچھا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تشریف فرما ہوئے اور مجھے اپنے لیے نکاح کا پیغام دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پوری ہو گئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے یہ فخر کی بات ہے، لیکن میں سخت غیرت مند ہوں اور مجھے ڈر ہے کہ اگر مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نہ آ جائے۔ اس کے علاوہ میری عمر زیادہ ہے اور میرے بچے بھی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں تک آپؓ کی نازک مزاجی کا تعلق ہے تو اللہ اسے آپؓ سے دور فرما دے گا اور جہاں تک عمر کے زیادہ ہونے کا سوال ہے تو میری عمر آپؓ سے زیادہ ہے اور بچوں کی فکر نہ کرو کیوں کہ وہ اب آپؓ کے بچے نہیں بلکہ میرے بچے ہیں۔(۱۹)

۱۷۔ محمد بن سعد بن منیع ابن سعد، **الطبقات الکبری** (بیروت: دار صادر، ۱۹۶۸ء) ۸ : ۸۸۔

۱۸۔ **صحیح مسلم**، کتاب الجنائز ، باب ما یقال عند المصیبة، ۳: ۳۷، حدیث: ۲۱۶۵۔

۱۹ ۔ اسحاق بن ابراہیم بن مخلد الحنظلی، **مسند إسحق بن راهويه** (مدینہ منورہ: مکتبة الإیمان، ۱۹۹۱ء)، حدیث: ۱۸۲۷، ۴: ۶۴۔

جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رضامندی ظاہر کر دی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے (عمر رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: "قُمْ يَا عُمَرُ فَزَوِّجْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ."[۲۰] (اے عمر (ابن سلمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح پڑھو۔)

درج بالا روایت سے اس بات کی تصریح ہوتی ہے کہ بیٹا ماں کا ولی بن سکتا ہے۔(**سنن النسائي** میں اس حدیث مبارکہ پر باب باب النكاح لا بن أمة باندھا گیا ہے۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ازدواجی رشتہ قائم ہو جانے کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کو غنیمت جانا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور افعال کو یاد رکھتی تھیں اور بہ وقتِ ضرورت ان سے فقہی مسائل کا استنباط فرماتی تھیں۔ حسبِ ضرورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسارات فرماتی تھیں اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنی زندگی علم کی نشر و اشاعت کے لیے وقف کر دی۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سننے کا بے حد شوق تھا۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لیے (مسجد نبوی میں) کھڑے ہوئے زبان مبارک سے نکلا ہی تھا۔ "أيهاالناس" (اے لوگو!) تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سن لیا (کیونکہ ازواج مطہرات کے ہجرے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے ہوئے تھے) آواز سنتے ہی کھڑی ہو گئیں اور پورا خطبہ نہایت توجہ سے سنا۔[۲۱] اس روایت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حصول علم کے لیے ہر وقت تیار رہتیں تھیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو قرآن سے خاص شغف تھا اور قرآن کریم کی آیات پر غور و فکر کرنے والی حافظہ قرآن تھیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ تلاوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز پر فرماتی تھیں:

---

۲۰ - ابو عبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ بن محمد بن حمدویہ بن نُعیم بن الحکم الضبی الطہمانی النیسابوری المعروف بابن البیع (م: ۴۰۵ھ)، **سنن النسائي**، كتاب النكاح باب النكاح لا بن أمه، حدیث: ۳۲۵۴، ۶: ۸۱ ؛**المستدرك على الصحيحين** (بیروت: دار الكتب العلمية، ۱۹۹۰ء)، كتاب النكاح، حدیث: ۲۷۳۴، ۲: ۱۹۵؛ احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ ابو بکر البیہقی، **سنن البيهقي الكبرى** (مکہ مکرمہ: مكتبة دار الباز، ۱۹۹۴ء)، كتاب النكاح، باب لاعن بن يزوجها إذا كان عصبة، حدیث: ۱۳۵۳۰، ۷ : ۱۳۱۔

۲۱- احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی (م: ۲۴۱ھ)، **مسند الإمام احمد**، (بیروت: مؤسسة الرسالة، ۱۴۲۱ھ)، حدیث: ۲۶۶۰۳، ۴۴ : ۲۲۲۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سورۃ فاتحہ کی قرأت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز پر فرمائی اس کے بعد آپؓ نے بتلایا: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک آیت پر وقف فرماتے تھے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر وقف کرتے پھر الحمد للہ رب العالمین پڑھ کر وقف کرتے الرحمن الرحیم پڑھ کر وقف کرتے پھر ملک یوم الدین پڑھ کر توقف (یعنی کچھ دیر رک جاتے) فرماتے: عرض کیا کہ آپ اسی طرح علاحدہ علاحدہ آیات کر کے پڑھتے تھے۔[۲۲]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے ذہانت اور قوی حافظہ عطا کیا۔ آپؓ حدیث کی ضرورت و اہمیت سے واقف تھیں اس لیے آپؓ احادیث مبارکہ کو یاد کرتیں اور آپؓ سے کثیر روایات مروی ہیں۔ آپؓ سے مروی احادیث کو اکٹھا کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے:"وَيَبْلُغُ مُسْنَدُهَا: ثَلاَثَ مائَةٍ وَثَمَانِيَةً وَسَبْعِيْنَ حَدِيْثاً.وَاتَّفَقَ البُخَارِيُّ، وَمُسْلِمٌ لَهَا عَلَى ثَلاَثَةَ عَشَرَ.وَانْفَرَدَ البُخَارِيُّ بِثَلاَثَةٍ، وَمُسْلِمٌ بِثَلاَثَةَ عَشَرَ."[۲۳] (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہونے والی روایات کی تعداد تین سو اٹھہتر ہے۔ ان میں سے **بخاری و مسلم** میں متفق علیہ احادیث کی تعداد تیرہ ہے۔ تین احادیث میں بخاری منفرد ہیں جب کہ "تیرہ" احادیث میں مسلم کو انفرادیت حاصل ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا حلقۂ درس کافی وسیع ہے اور لوگ آپؓ سے مختلف مسائل پر فتاویٰ لیتے تھے۔ ابن القیم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں لکھتے ہیں:"فَهَؤُلَاءِ ثَلَاثَةَ عَشَرَ يُمْكِنُ أَنْ يُجْمَعَ مِنْ فُتْيَا كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ صَغِيرٌ جِدًّا."[۲۴] (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا شمار ان تیرہ (۱۳) متوسطین فقہا میں ہوتا ہے کہ اگر ان کے فتاویٰ کو اکٹھا کیا جائے تو ایک کتاب تیار ہو سکتی ہے۔)

۲۲- احمد بن علی بن المثنیٰ ابو یعلی، **مسند أبي يعلى** (دمشق: دار المأمون للتراث ۱۴۰۴ھ)، ۱۲: ۳۵۰، حدیث: ۶۹۲۰۔

۲۳- الذہبی، سیر، ۳: ۱۷۸۔

۲۴- محمد بن ابی بکر بن ایوب ابن القیم الجوزیہ (م: ۷۵۱ھ)، **إعلام المؤ قعين عن رب العالمين** (بیروت: دار الکتب العلمیة، ۱۴۱۱ھ / ۱۹۹۱ء)، ۱: ۱۰۔ (ان متوسط الفتاوی صحابہ کرامؓ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ)۔

خلفاے راشدین کے عہد میں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فتوی حاصل کیا جاتا تھا۔ ان عظیم المرتبت صحابہ کرامؓ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی شامل کی جاتی تھیں۔[٢٥] صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باہم فہم و فراست اور ذہانت وذکاوت میں مختلف تھے ان میں جو صاحب فتاویٰ ہیں ان کی تعداد ابن القیم کی تصریح کے مطابق ایک سو اکاون (١٥١) ہے۔ جن میں صحابہ وصحابیات دونوں شامل ہیں۔ متوسط الفتاویٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد بیس شمار کی گئی ہے۔ ان حضرات کے نام حسب ذیل ہیں: حضرت ابو صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو موسی الاشعری رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، اور جابر بن عبداللہ، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، اَبو بکرۃ رضی اللہ عنہ، عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور معاویہ بن ابی سفیان رضوان اللہ علیہم اجمعین۔[٢٦]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نہایت ذہین، معاملہ فہم اور احکام شریعہ کا علم رکھنے والی خاتون تھیں۔ عوام اور خواص شرعی معاملات کے بارے میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے استفتا کرتے تھے۔ شرعی علوم میں مہارت کی وجہ آپؓ کا شمار فقیہہ صحابیات میں ہوتا ہے۔[٢٧] علامہ ابن حجر عسقلانی (م: ٨٥٢ھ) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں لکھتے ہیں: "كانت أم سلمة موصوفة بالجمال البارع والعقل البالغ، والرأي الصائب."[٢٨] (وہ (حضرت ام سلمہؓ) صائب العقل اور صائب الرائے تھیں۔)

مروان بن الحکم والی مدینہ حضرت ام سلمہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسائل دریافت کرتا اور علانیہ کہا کرتا تھا: "كَيْفَ نَسْأَلُ أَحَدًا،وَفِينَا أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ."[٢٩] (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے ہوتے ہوئے ہم کسی دوسرے سے مسائل کیوں پوچھیں۔)

٢٥- علی بن احمد ابو محمد ابن حزم (م: ٤٥٦ھ)، **الإحكام في أصول الأحكام**، ت: احمد محمد شاکر (بیروت: دار الآفاق الجديدة)، ٥ : ٩٢۔

٢٦- نفس مصدر۔

٢٧- ابن الاثیر، **أسد الغابة**، ٦: ٣٤٠؛ الذہبی، **سیر**، ٣ : ١٧٩۔

٢٨- العسقلانی، **الإصابة**، ٨ : ٢٢٤۔

٢٩- احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی، **شرح معاني الآثار**، باب أكل ما غيرت النار هل يوجب (بیروت: دار الكتب العلمية، ١٣٩٩ھ)، ١: ٦٥، حدیث: ٣٦٣۔

مروان بن الحکم مسائل پوچھنے کے لیے امہات المومنین کے پاس کبھی خود حاضر ہوتا اور کبھی قاصد کو بھیج کر فتویٰ لیتا۔ الغرض عوام وخواص سب امہات المومنین کی درسگاہ میں حاضر ہو کر تعلیم حاصل کرتے تھے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قریباً نصف صدی زندہ رہیں اور لوگوں کو دین کی تعلیم و تربیت دیتیں رہیں۔ آپؓ کا حلقۂ درس وسیع تھا۔ جن لوگوں نے آپؓ سے علم حاصل کیا ان کی کثیر تعداد ہے، تاہم چند ایک نام درج ذیل ہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے والوں میں ان کی اولاد عمر رضی اللہ عنہ اور زینب رضی اللہ عنہا شامل ہیں جو ابو سلمہ بن عبد الاسد رضی اللہ عنہ سے ہیں۔ ان کے علاوہ ان کے آزاد کردہ غلام نبھان، بھائی عامر بن امیہ، بھتیجا مصعب رضی اللہ عنہ بن عبداللہ بن ابی امیہ اور غلام (موال)، عبداللہ بن رافع نافع رضی اللہ عنہ، سفینہ رضی اللہ عنہا، ابو کثیر، ابن سفینہ رضی اللہ عنہا، حسن بصری کی والدہ خیرہ رحمۃ اللہ علیہ، سلیمان بن یسار، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، ہند بن حارث، قراسیہ رحمۃ اللہ علیہ، صفیہ بنت شیبہ، ابو عثمان الہندی وحمید وابو اسامہ رضی اللہ عنہ، عبد الرحمن بن ابی بکر، عبد الرحمن بن حارث رضی اللہ عنہ، حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ، اور ان کے دونوں بیٹے عکرمہ رضی اللہ عنہ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ، عثمان بن عبداللہ بن موھب، عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، کریب مولی ابن عباس رضی اللہ عنہ، قبیصہ بن ذوئب، نافع مولا ابن عمر یعلی بن مملک، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا زبانی بیان فرماتی تھیں اور لکھتی نہ تھیں۔(٣٠)

ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ عمر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پائی اور تمام ازواج کے بعد ان کا انتقال ہوا۔(٣١) ابن حبان کہتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ٦١ھ میں انتقال ہوا۔ جب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پہنچی تھی اور ابو نعیم کہتے ہیں کہ ٦٢ھ میں انتقال ہوا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب **الإصابة** اور **تقریب** میں اسی قول کو راجح قرار دیا ہے۔(٣٢) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپؓ کے دونوں بیٹے عمر رضی اللہ عنہ اور سلمہ رضی اللہ عنہا نے اور عبداللہ بن عبداللہ بن ابی امیہ اور عبداللہ بن وہب زمعہ نے قبر میں اتارا۔ آپؓ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔(٣٣)

٣٠- الذہبی، سیر، ٣: ١٧٩-١٧٨۔

٣١- ابن حجر العسقلانی، **الإصابة**، ٤: ٤٦٠۔

٣٢- ابن سعد، **الطبقات الكبرىٰ**، ٨: ٢٩٢۔

٣٣- الزرقانی، **شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية**، ٤: ٤٠٢۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا استنباط احکام کا منہج

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا علمی مقام ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے بلند تھا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا قرآن کریم اور احادیث کی حافظہ تھیں، استنباط احکام میں قرآن کریم اور احادیث سے استدلال فرماتی تھیں۔ دینی مسائل اور شرعی امور میں آپؓ کو درجۂ کمال حاصل ہوا، بلکہ آپؓ کا شمار فقیہ صحابیات میں ہوتا تھا ابن سعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے علمی فضائل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عن محمود بن لبيد قال: كان أزواج النبي، صلى الله عليه وسلم، يحفظن من حديث النبي، صلى الله عليه وسلم، كثيرا ولا مِثْلًا لعائشة وأم سلمة."[٣٤] (محمود بن لبید کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج احادیث یاد کرتی تھیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کثرت سے احادیث یاد کیا کرتی تھیں۔)

۱۔ قرآن کریم سے استنباط

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا شریعت کی بنیاد اور اساس کو سمجھتیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذہانت کے ساتھ ساتھ فہم کا ملکہ بھی عطا فرمایا تھا۔ آپ نے کلامی مباحث سے متعلق آیات کی تعبیر و تشریح نہایت خوش اسلوبی سے کی۔ مثال کے طور پر اللہ کا ارشاد ہے: ﴿الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى﴾[٣٥] (یعنی) رحمٰن جس نے عرش پر قرار پکڑا۔

عرش پر استوا پر قرار پکڑنے کی صورت کیا ہے؟ اس میں مختلف آرا ہیں: ابن قدامہ نے اپنی کتاب **إثبات صفة العلو** میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی والدہ کے واسطے سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے اللہ کے فرمان الرحمن علی العرش استوی کے بارے میں فرمایا: "الاستواء غير مجهول، والكيف غير معقول، والإقرار به إيمان، والجحود به كفر." [٣٦] (کہ استوا غیر مجہول اور اس کی کیفیت غیر معقول اور اس کا اقرار کرنا ایمان کا حصہ ہے اور اس کا انکار کرنا کفر ہے۔)

٣٤۔ ابن سعد، **الطبقات الكبرىٰ**، ٨: ٢٩٢۔

٣٥۔ القرآن، ٢٠ : ٥

٣٦۔ عبداللہ بن احمد بن محمد ابن قدامہ (م: ٦٢٠ھ)، **إثبات صفة العلو** (مدینہ منورہ: مکتبة العلوم والحکم، ١٤٠٩ھ)، ١: ١٥٨۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کے بارے میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ [۳۷] کہتے ہیں کہ یہ جواب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، اور اس کا درجہ موقوف و مرفوع ہے، لیکن اس قول کی سند قابل اعتماد نہیں ہے [۳۸] اور یہی رائے جمہور ائمۂ کرام کی ہے جیسا کہ الذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ یہ قول ایک جماعت سے محفوظ ہے اور ان میں ربیعہ رح [۳۹]، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام ابی جعفر الترمذی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ شامل ہیں۔ [۴۰] ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

وَهَذِه الْأَقْوَال الثَّلَاثَة مُتَقَارِبَة الْمَعْنى وَاللَّفْظ، فَمن الْمُحْتَمل أَن يكون ربيعَة وَمَالك بلغهما قَول أم سَلمَة فاقتديا بهَا وَقَالا مثل قَوْلهَا لصِحَّته وَحسنه وَكَونه قَول إِحْدَى أَزوَاج النَّبِي ﷺ وَمن الْمُحْتَمل أَن يكون الله تَعَالَى وفقهما للصَّوَاب وألهمهما من القَوْل السديد مثل مَا أَلْهمهَا. [۴۱]

استواعلی العرش کے یہ تین اقوال معنی اور الفاظ میں مشترک اور قریباً ایک سے ہیں۔ ان میں ایک قول حضرت ربیعہ رح (شیخ امام مالک) اور دوسرا قول حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، اور ان دونوں کے قول کی موافقت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے قول سے ہے۔

وهكذا سائر الأئمة قولهم يوافق قول مالك في أنا لا نعلم كيفية استوائه كما لا نعلم كيفية ذاته، ولكن نعلم المعنى الذي دل عليه الخطاب فنعلم معنى الاستواء ولا نعلم كيفيته ،ونعلم معنى النزول ولا نعلم كيفيته، ونعلم معنى السمع والبصروالعلم والقدرة ولانعلم كيفية ذلك،ونعلم معنى الرحمة والغضب والرضا والفرح والضحك ولا نعلم كيفية ذلك. [۴۲]

۳۷۔ شیخ الاسلام تقی الدین ابی العباس احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام ابن تیمیہ الحنبلی الدمشقی (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ/ ۱۲۶۳ء-۱۳۲۸ء) آپ کا شمار اپنے دور کے عظیم علما میں ہوتا ہے۔ آپ نے بدعات کے خلاف علم بلند کیا۔ علمی میدان میں ابن تیمیہ کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے اور آپ کی تصانیف کی تعداد کثیر ہے۔

۳۸۔ احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ (م:۷۲۸ھ)، **مجموع الفتاویٰ** (مدینہ منورہ: **مجمع الملک فهد لطباعة المصحف الشريف**،۱۴۱۶ھ)،۵ : ۳۶۵۔

۳۹۔ ربیعہ بن ابی عبد الرحمن، شیخ امام مالک، ربیعۃ الرأی (م: ۱۳۶ھ)، ربیعۃ بن فروخ التیمی بالولاء، المدنی، ابو عثمان امام حافظ، فقیہ، مجتہد، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ (استاد) ہیں۔

۴۰۔ محمد بن احمد ابو عبد اللہ شمس الدین الذہبی (م:۷۴۸ھ)، (مدینہ منورہ: عمادة البحث العلمي بالجامعة الإسلامية، ۱۴۲۴ھ)،۱ : ۱۸۹۔

۴۱۔ موفق الدین ابن قدامہ المقدسی، **ذم التأويل** (کویت: الدار السلفية، ۱۴۰۶ھ)،۱ : ۲۶۔

۴۲۔ ابن تیمیہ، **مجموع الفتاویٰ**،۵ : ۳۶۵۔

اس طرح تمام ائمہ کرام ؒ کے اقوال حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے موافقت رکھتے ہیں۔ بے شک ہم اس کے استوا کی کیفیت نہیں جانتے اور نہ ہی اس کی ذات کی کیفیت کا علم ہے لیکن اس حکم کے معنی کو جانتے ہیں جس پر حکم دلالت کرتا ہے۔ پس ہم استوا کے معنی کو بھی جانتے ہیں جب کہ کیفیت کو نہیں جانتے۔ ہم نزول کے معنی جانتے ہیں لیکن کیفیت نہیں جانتے، اور سمع وبصر کے معنی تو آگاہی ہے لیکن اس کی کیفیت نہیں جانتے، اور رحمت، غضب، رضا، خوشی، ہنسی کے معنی جانتے ہیں لیکن کیفیت نہیں جانتے۔

اسی طرح قرآن کریم سے استنباط کی ایک دوسری مثال ہے۔

ایک دن حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حفصہ بنت عبد الرحمن رضی اللہ عنہا آئیں اور مسئلہ پوچھا: کیا شوہر اپنی بیوی سے پشت کی جانب سے جماع کر سکتا ہے؟ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور جائز عمل ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے استدلال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ سے کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک انصاری خاتون نے سوال کیا کہ کیا شوہر بیوی سے جماع پشت کی جانب سے کر سکتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ کہ تلاوت فرمائی: Mنِسَآؤُكُمۡ حَرۡثٞ لَّكُمۡ فَأۡتُواْ حَرۡثَكُمۡ أَنَّىٰ 1 » ¼ ¾ ں À Á Â Ä Å L[۴۳] (تمھاری عورتیں تمھاری کھیتی ہیں تو اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو جاؤ۔ اور اپنے لیے (نیک عمل) آگے بھیجو۔ اور خدا سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ (ایک دن) تمھیں اس کے روبرو حاضر ہونا ہے اور (اے پیغمبر) ایمان والوں کو بشارت سنا دو۔)

ب۔ حدیث مبارکہ سے استنباط

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا دوسرا اصول استنباط یہ ہے کہ جس مسئلے کی دلیل قرآن مجید میں نہ ملے، اسے حدیث میں تلاش کرتیں۔ احادیثِ مبارکہ سے استنباط کی مثالیں طہارت، عبادات اور معاملات سے متعلق ہیں۔

طہارت عبادات کی شرط ہے، اسی لیے فقہاے کرام اپنی کتب میں طہارت کے باب کو عبادات کے ابواب پر مقدم کرتے ہیں۔ فرض غسل میں عورت کے بال کھولنا ضروری ہیں یا نہیں؟ اس میں صحابہ کرام ؓ کا اختلاف ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا موقف یہ ہے کہ غسل میں سر کے بال کھولنا ضروری ہیں۔ عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس یہ بات پہنچی کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خواتین کو حکم دیتے ہیں کہ غسل کریں تو

۴۳- القرآن، ۲: ۲۲۳۔

اپنے سر کے بال کھول کر غسل کریں۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ (عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) عورتوں کو سر منڈانے کا حکم کیوں نہیں دے دیتے، میں (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن کے پانی سے غسل کرتے اور میں اپنے اوپر تین بار پانی بہاتی جو کہ پاکی کے لیے کافی ہو جاتا۔[٤٤] حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا موقف بھی یہی ہے کہ فرض غسل میں عورت کے لیے بال کھولنا ضروری نہیں ہے اور ان کی دلیل یہ استفتا ہے جو خود انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میرے (بال گھنے ہیں) سر میں مینڈیاں زیادہ ہوتیں ہیں؛ کیا میں غسل جنابت کے لیے انھیں کھولوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں؛ تمھارے لیے اتنا کافی ہے کہ تین بار اپنے اوپر پانی بہاؤ اور طہارت حاصل کر لو۔[٤٥]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے غسل کے لیے بال کھولنے کے بارے میں اس لیے کیا کہ ایسا کرنے میں مشقت اور حرج ہے جب کہ اسلام رفع حرج اور قلت تکلیف کا حکم دیتا ہے، اور روایت سے قلت تکلیف کی بھی تصریح ہوتی ہے۔

عبادات (نماز، روزہ) سے متعلق مسائل کے بارے میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے رجوع کیا جاتا تھا، جیسا کہ عصر کے بعد نماز پڑھنے کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہوا تو اس کے حل کے لیے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے رجوع کیا گیا، **سنن ابی داؤد** میں روایت ہے:

٤٤- **صحیح مسلم**، کتاب الحیض، باب حکم ضفائر المغتسلة، ١: ١٧٨، حدیث ٧٧٣۔ (عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، قَالَ: بَلَغَ عَائِشَةَ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو يَأْمُرُ النِّسَاءَ إِذَا اغْتَسَلْنَ أَنْ يَنْقُضْنَ رُءُوسَهُنَّ. فَقَالَتْ: يَا عَجَبًا لِابْنِ عَمْرٍو هَذَا يَأْمُرُ النِّسَاءَ إِذَا اغْتَسَلْنَ أَنْ يَنْقُضْنَ رُءُوسَهُنَّ. أَفَلَا يَأْمُرُهُنَّ أَنْ يَحْلِقْنَ رُءُوسَهُنَّ، لَقَدْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ. وَلَا أَزِيدُ عَلَى أَنْ أُفْرِغَ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثَ إِفْرَاغَاتٍ)

٤٥- نفس مصدر ١: ١٧٨، حدیث: ٧٧٠، (عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِّ إِنِّى امْرَأَةٌ أَشُدُّ ضَفْرَ رَأْسِى فَأَنْقُضُهُ لِغُسْلِ الْجَنَابَةِ قَالَ لا إِنَّمَا يَكْفِيكِ أَنْ تَحْثِى عَلَى رَأْسِكِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ ثُمَّ تُفِيضِينَ عَلَيْكِ الْمَاءَ فَتَطْهُرِينَ)

حضرت عبداللہ بن عباس اور عبدالرحمن بن ازھر اور مسور بن مخرمہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت کریب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اور کہا کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہمارا سلام کہنا اور پوچھنا کہ عصر کی نماز کے بعد دو رکعت پڑھنے کے بارے میں آپ کی حدیث ہم تک پہنچی ہے اس کی تصدیق کر دیجیے، جب کہ ایک روایت ہم تک یہ پہنچی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پڑھنے سے منع کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ حدیث مجھے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پہنچی ہے، تم ان کے پاس جاؤ اور مسئلہ بیان کرو۔ حضرت کریب کہتے ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور ان سے مسئلہ بیان کیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور عصر کی نماز کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے لگے، جب کہ میرے پاس انصار کی خواتین آگئیں تو میں نے اپنی بیٹی کو بھیجا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر کھڑی ہو جاؤ؛ جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز مکمل کر لیں تو ان سے پوچھنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز کے بعد نماز پڑھنے سے منع کیا اور اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود نماز پڑھ رہے ہیں۔ بچی نے ایسا ہی کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنت ابی امیہ یہ دو رکعت ظہر کی نماز سے رہ گئی تھی کیوں کہ وفد عبدالقیس اسلام قبول کرنے کے لیے آیا تھا، تو یہ دو رکعت صلاۃ الظہر کی ادا کرنے سے رہ گئی تھیں، جو کہ اب ادا کی ہیں۔ (۴۶)

۴۶- سلیمان بن اشعث ابو داؤد، **سنن أبي داؤد**، كتاب الصلوة، باب الصلوة بعد العصر (بیروت: دارالکتب العربي، بیروت، س-ن)، ا: ۴۹۱، حدیث: ۱۲۷۵، (عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ، وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَزْهَرَ،وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، أَرْسَلُوهُ إِلَى عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا:اقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيعًا، وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ، وَقُلْ: إِنَّا أُخْبِرْنَا أَنَّكِ تُصَلِّينَهُمَا، وَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهُمَا، فَدَخَلْتُ عَلَيْهَا، فَبَلَّغْتُهَا مَا أَرْسَلُونِي بِهِ،فَقَالَتْ: سَلْ أُمَّ سَلَمَةَ، فَخَرَجْتُ إِلَيْهِمْ، فَأَخْبَرْتُهُمْ بِقَوْلِهَا، فَرَدُّونِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ بِمِثْلِ مَا أَرْسَلُونِي بِهِ إِلَى عَائِشَةَ.

فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْهُمَا،ثُمَّ رَأَيْتُهُ يُصَلِّيهِمَا، أَمَّا حِينَ صَلَّاهُمَا، فَإِنَّهُ صَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ دَخَلَ وَعِنْدِي نِسْوَةٌ مِنْ بَنِي حَرَامٍ مِنَ الْأَنْصَارِ،فَصَلَّاهُمَا ، فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ الْجَارِيَةَ ، فَقُلْتُ: قُومِي بِجَنْبِهِ، فَقُولِي لَهُ: تَقُولُ أُمُّ سَلَمَةَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَسْمَعُكَ تَنْهَى عَنْ هَاتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ، وَأَرَاكَ تُصَلِّيهِمَا، فَإِنْ أَشَارَ بِيَدِهِ، فَاسْتَأْخِرِي عَنْهُ، قَالَتْ: فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ، فَأَشَارَ بِيَدِهِ، فَاسْتَأْخَرَتْ عَنْهُ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: «يَا بِنْتَ أَبِي أُمَيَّةَ، سَأَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ، إِنَّهُ

اس روایت سے درج ذیل نکات کی وضاحت ہوتی ہے:

۱۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا دین کے احکام کو سیکھنے کے لیے ہر وقت کوشاں رہتیں۔

۲۔ اگر بہ امر مجبوری نماز کا کچھ حصہ مؤخر ہو جائے تو بعد میں اسے ادا کیا جائے گا۔

۳۔ اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے ان کو سوالات کرنے کی ترغیب دی جائے، جیسا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے طرز عمل سے ثابت ہوتا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فتاویٰ کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ جواب بالکل واضح اور صاف دیتی تھیں اور کوشش کرتی تھیں کہ سائل کی تشفی و تسلی ہو جائے اور جواب میں کسی قسم کا ابہام نہ رہے:

"سَأَلَ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺعَنْ صَلَاةِ النَّبِيِّ ﷺبِاللَّيْلِ قَالَتْ: كَانَ يُصَلِّي الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ، ثُمَّ يُسَبِّحُ، ثُمَّ يُصَلِّي بَعْدَهَا مَا شَاءَ اللهُ مِنَ اللَّيْلِ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ، فَيَرْقُدُ مِثْلَ مَا صَلَّى، ثُمَّ يَسْتَيْقِظُ."[٤٧] (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کی رات کی نماز (تہجد) کے بارے میں پوچھا گیا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ ﷺ رات کے اخیر حصے میں نماز پڑھتے اور پھر تسبیحات کرتے، پھر نماز پڑھتے جس قدر رات کے حصے میں اللہ چاہتا۔ پھر آپ ﷺ اتنا وقت ہی آرام فرماتے جتنا وقت عبادت میں گزارا ہوتا، پھر بیدار ہو جاتے۔)

اسی طرح ایک فتویٰ روزے سے متعلق ہے۔ حضرت عبد الرحمن بن ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جس پر غسل جنابت واجب ہو وہ صبح ہونے سے پہلے غسل کر لے، ورنہ اس کا روزہ نہیں ہو گا۔ میں نے اپنے والد سے اس کا تذکرہ کیا تو انھوں نے فرمایا: یہ تو عجیب مسئلہ بتایا۔ اس کے بعد میں اپنے والد کے ہم راہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا اور ان سے تحقیق کی تو دونوں کا جواب یہی تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو جنابت کی حالت میں صبح ہو جاتی تھی اور آپ ﷺ روزہ رکھ لیتے تھے۔

یہ جواب سن کر ہم دونوں باپ بیٹا گورنر مدینہ مروان بن حکم کے پاس پہنچے اور انھیں امہات المؤمنین (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا) کے جواب سے آگاہ کیا۔ تو مروان بن حکم نے کہا میں تمھیں قسم دیتا

أَتَانِي نَاسٌ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ بِالْإِسْلَامِ مِنْ قَوْمِهِمْ، فَشَغَلُونِي عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ)

٤٧۔ احمد بن حنبل، **مسند**، مسند النساء، باب أم سلمة، حديث: ٢٦٥٤٧، ٤٤: ١٧٠۔

ہوں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤاور ان کے اقوال کی تردید کرو؛پھر یہ دونوں حضرات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور امہات المؤمنین کے ارشادات سے آگاہ کیا اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے فتوے سے رجوع فرمایا۔[۴۸]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے تمام دینی علوم میں خدمات انجام دیں، تاہم بعض شرعی احکام دینی معاملات اور فتاویٰ میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا تھا اور خاص طور پر جن مسائل کا تعلق مسلم خواتین کے ساتھ ہوتا؛مثلاً رضاعت، طلاق کے مسائل وغیرہ۔وہ ان سے دریافت کیے جاتے تھے۔سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی بعض مسائل حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کرتے تھے۔[۴۹]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بڑی عمر میں رضاعت کی قائل تھی۔اور انھوں نے استدلال سہلہ بنت سہیل کے واقعہ سے کیا ہے جس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں رضاعت کی اجازت مرحمت فرمائی تھی،جب کہ حضرت اُمّ سَلَمہَ رضی اللہ عنہا رضاعت کبیر کی قائل نہیں ہیں اور دیگر ازواج مطہرات بھی رضاعت کبیر کی قائل نہیں ہیں جیسا کہ زینب رضی اللہ عنہا بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنی والدہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں۔

أَنَّ أُمَّهُ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ، أَخبَرَتْهُ أَنَّ أُمَّهَا أُمَّ سَلَمَةَ،زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ، كَانَتْ تَقُولُ:أَبى سَائِرُ أَزْوَاجِ النَّبيِّ ﷺ أَنْ يُدْخِلْنَ عَلَيْهِنَّ أَحَدًا بِتِلْكَ الرَّضَاعَةِ،وَقُلْنَ لِعَائِشَةَ:وَالله مَا نَرى هَذَا إِلَّا رُخْصَةً أَرْخَصَهَا رَسُولُ الله ﷺ لِسَالِمٍ خَاصَّةً،فَمَا هُوَ بِدَاخِلٍ عَلَيْنَا أَحَدٌ بِهَذِهِ الرضاعة.[۵۰]

بے شک انھوں(حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا) نے فرمایا:ساری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے بڑی عمر میں رضاعت کے ثبوت سے انکار کیا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا، کہ اللہ کی قسم یہ رخصت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص سالم کے لیے دی اور اس طرح کی رخصت کسی اور کے لیے ثابت نہیں ہے۔

۴۸- **صحيح مسلم**،كتاب الصيام،باب صحة الصوم من طلع عليه، ۳: ۱۳۸،حدیث:۲۶۴۷۔

۴۹- الذہبی، سیر،۳: ۱۸۰- ۱۸۲۔

۵۰- انس بن مالک،**الموطأ**، كتاب الرضاع ،باب ماجاء في الرضاعة بعد الكبير،۴: ۸۷۳،حدیث: ۲۲۴۷؛ **صحيح مسلم**، كتاب الرضاعة، باب رضاعة الكبير،۴ : ۱۶۹،حدیث: ۳۶۷۸ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور داؤد ظاہری بچے اور بالغ دونوں کے لیے رضاعت کے قائل ہیں، جب کہ جمہور علما وصحابہ وتابعین رضاعت کے لیے صرف دو سال کے عرصے کو متعین کرتے ہیں، جب کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اڑھائی سال مدت رضاعت مقرر کرتے ہیں، اور امام زفر مدت رضاعت تین سال قرار دیتے ہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا مختلف مسائل کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال پوچھتی تھیں؛ مثلاً انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے یتیم بچوں پر مال خرچ کرنے کے بارے میں پوچھا، اس سوال کے پوچھنے کی ایک وجہ یہ تھی کہ اولاد پر خرچ کرنا باپ کی ذمے داری ہے اور ایسے بچے جو یتیم ہوں تو ان پر خرچ کرنے کی فضیلت کیا ہے؟

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں اپنے اور ابو سلمہ رضی اللہ عنہا کے بچوں پر خرچ کروں تو کیا اس میں میرے لیے اجر (ثواب) ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جی ہاں خرچ کرو آپؐ کے لیے اس میں ثواب ہے۔[٥١]

اس مسئلے سے ثابت ہوتا ہے کہ خاتون اپنے بچوں پر صدقہ وخیرات خرچ کر سکتی ہے اور اگر شوہر مفلس ہو تو شوہر کو بھی دے سکتی ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فتاوی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان میں گہرا ادراک اور علمی تعمق پایا جاتا ہے۔ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فتاویٰ امت کے ہاں قبول عام رہے عموماً متفق علیہ ہوتے تھے؛ مثلاً

١- حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ مروان نے ان سے پوچھا کہ آپ یہ نماز کیوں پڑھتے ہیں اور آپ نے یہ روایت کس سے لی ہے؟ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے یہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت پہنچی ہے۔ مروان نے اس کی تصدیق کے لیے ام المؤمنین کی خدمت میں آدمی بھیجا کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے آپ سے بیان کرتے ہیں کہ

٥١- **صحيح البخاري**، كتاب الزكاة، باب الزكاة على الزوج، ٢ : ٥٣٣، حديث :١٣٩٨؛ **صحيح مسلم**، كتاب الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة على، ٣ : ٨٠، حديث :٢٣٦٧۔ (حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَلِيَ أَجْرٌ أَنْ أُنْفِقَ عَلَى بَنِي أَبِي سَلَمَةَ، إِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ؟ فَقَالَ: «أَنْفِقِي عَلَيْهِمْ، فَلَكِ أَجْرُ مَا أَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ)

رسول ﷺ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مجھے یہ حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پہنچی ہے۔ چناں چہ مروان نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آدمی بھیجا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول نقل کیا کہ آپ کے ذریعے مجھے حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عصر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "يَغْفِرُ اللهُ لِعَائِشَةَ لَقَدْ وَضَعَتْ أَمْرِي عَلَى غَيْرِ مَوْضِعِهِ." [۵۲]

(اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مغفرت فرمائے انھوں نے بات نہیں سمجھی۔)

میں نے بیان کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز ظہر ادا فرمائی اور کچھ مال آ گیا جسے تقسیم کرنے میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ مؤذن نے عصر کی اذان کہہ دی۔ پس آپ ﷺ نے نماز عصر پڑھی پھر میرے ہاں تشریف لائے اور دو رکعت مختصر سی ادا کیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ دو رکعت کیسی ہیں؟ آپ ﷺ نے تو نماز عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا، نہیں ایسا نہیں ہے، بلکہ میں مال تقسیم کرنے میں مشغول ہو گیا اور ظہر کی دو سنت ادا نہ کر سکا یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا۔ تو اس وقت وہ سنت پڑھی ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے اس ایک مرتبہ سے پہلے اور نہ بعد میں آپ ﷺ کو اس وقت نماز پڑھتے دیکھا۔[۵۳]

ج- عقلی قیاس سے استنباط

اللہ تعالیٰ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو معاملہ فہمی کی خصوصی بصیرت سے نوازا اور آپؓ نبی کریم ﷺ کے لیے بہترین مشیر تھیں۔ چھے ہجری میں نبی کریم ﷺ عمرہ کے لیے نکلے اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ کثیر تعداد میں صحابہ کرامؓ تھے، لیکن قریش نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو مقام حدیبیہ پر روک دیا اور مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی۔ اس وجہ سے مسلمانوں کو کئی دن تک حدیبیہ میں رکنا پڑا اور دونوں سے وفود کا تبادلہ ہوتا رہا، بعد ازاں سہیل بن عمرو نے قریش کے طرف سے (نمائندہ) معاہدہ کیا اور اس معاہدے کی شرائط مسلمانوں

۵۲- احمد بن حنبل، **مسند أحمد**، باب حديث أم سلمة زوج النبي ﷺ، ۴۴: ۱۸۵، حدیث: ۲۶۵۶۰؛ احمد بن ابی بکر البصیری، **إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة** (ریاض: ۱۴۲۰ھ)، ۲: ۳۶۴۔

۵۳- نفس مرجع، (وَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: مَا رَأَيْتُهُ صَلَّاهُمَا قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا)

کے لیے ظاہری طور پر بہت ناگوار تھیں، کیوں کہ وہ ظاہر دیکھ رہے تھے اور نبی کریم ﷺ نے حکمت اور مصلحت کے پیش نظر معاہدہ کر لیا۔ ان حالات میں جب مسلمانوں کو عمرے کی اجازت نہ ملی اور اگلے سال عمرہ کے لیے آنے کا کہا گیا تو نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ احرام کھول دو، جب کہ صحابہ کرامؓ شدید دکھ کی حالت میں تھے۔ انھوں نے آپ ﷺ کو کوئی جواب نہیں دیا۔ آپ ﷺ حزن کی کیفیت میں خیمے میں داخل ہوئے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے غم زدہ ہونے کی وجہ پوچھی تو نبی کریم ﷺ نے ساری صورت حال بیان کر دی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس موقع پر نہایت مفید مشورہ دیا: "أُخْرُجْ وَلَا تُكَلِّمْ أَحَدًا مِنْهُمْ كَلِمَةً حَتَّى تَنْحَرَ بُدْنَكَ، وَتَدْعُوَ حَالِقًا فَيَحْلِقَكَ."[۵۴] (آپ ﷺ باہر جائیے اور کسی سے بات نہ کریں یہاں تک کہ قربانی کر لیں اور کسی کو بلا کر اپنا حلق (سر منڈا) لیں۔) نبی کریم ﷺ نے یہ مشورہ قبول کر لیا۔ صحابہ کرامؓ نے جب دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے قربانی کر دی اور حلق کرا لیا ہے تو تمام صحابہ کرامؓ نے قربانی کی اور حلق کرا لیا۔[۵۵] آپ ﷺ کے اس طرز عمل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ

۱۔ دینی اور دنیاوی معاملات میں عورتوں سے مشورہ لینا درست ہے۔

۲۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے لوگوں کی نفسیات کو مد نظر رکھتے ہوئے مشورہ دیا۔

نتائج تحقیق

اس مقالے سے حسب ذیل نتائج ثابت ہوتے ہیں:

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا عظیم فقیہہ ہیں، اللہ نے آپ کو زبردست قوت حافظہ عطا فرمایا اور نبی کریم ﷺ نے آپ کی صلاحیتوں کو اپنی تربیت سے مزید نکھار دیا اور ام المؤمنین نے احکام شریعت وحدیث کی ترویج واشاعت میں گراں قدر خدمات سر انجام دی ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا راویان حدیث میں طبقۂ ثانیہ میں شمار ہوتا ہے، جب کہ فقہ کی مجال میں آپ رضی اللہ عنہا کا شمار متوسط فقہا صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔

۵۴۔ محمد بن علی بن محمد بن عبد اللہ الیمنی الشوکانی (۱۱۷۳ھ-۱۲۵۰ھ م)، **نیل الأوطار** (مصر: دار الحدیث، ۱۴۱۳ھ)، ۸: ۴۱۔

۵۵۔ قطب محمد علی، **زوجات الأنبياء وأمهات المؤمنين** (الدار الثقافة للنشر ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء)، ۱۵۲۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دینی مسائل اور شرعی امور پر مکمل عبور حاصل تھا اور بعض شرعی معاملات اور فتاویٰ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔ مثلاً رضاعت اور طلاق وغیرہ کے مسائل ان سے دریافت کیے جاتے تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا شریعت اسلامیہ کی قانونی باریکیوں سے بہ خوبی آگاہ تھیں اور نصوص شریعت پر مہارت تامہ رکھتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے اصولِ استنباط قرآن، سنت اور عقلی قیاس ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فتاویٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں دقیقہ رسی پائی جاتی ہے جو کہ آپ رضی اللہ عنہا کی ذہانت کا ثبوت ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁